اِنَّ الرُّقٰی وَ التَّمَائِمَ وَالتِّوَلَۃَ شِرْکٌ
(الحدیث: ابوداؤد)

تعویذات اور شرک

ایکس کیپٹن ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی رحمۃ اللہ علیہ
ایم بی بی ایس (لکھنؤ)
فاضل علوم دینیہ (وفاق المدارس ملتان)

رابطہ کیلیے پتہ:

محمد حنیف، پوسٹ بکس نمبر ۷۰۲۸، مسجد توحید، توحید روڈ، کیماڑی، کراچی

فون: 2850510-2854484

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ
شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ
وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

امّابعد: امت مسلمہ کی بربادی کی اصل وجہ یہ نہیں کہ اس کے پاس وسائل کی شدید کمی ہے یا وہ موجودہ علمی میدان میں بہت پیچھے رہ گئی ہے بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ ایک مالک کو لا شریک و بے ہمتا ماننے والی اس ملت کی اکثریت نے شرک کو اپنا مذہب بنا لیا ہے۔ الٰہ واحد کے ساتھ ساتھ بے شمار **الٰہ** تراش لیے گئے ہیں اور ان کی پوجا ہو رہی ہے!

امت مسلمہ کے احبار و رہبان

غضب تو یہ ہے کہ اس کام میں امت کے پیروں اور نام نہاد عالموں نے مرکزی کردار ادا کیا ہے، وہی اپنی دنیا بنانے اور اپنی اولاد کے سہانے مستقبل کا انتظام کرنے کے لیے شرک کے سب سے بڑے سرپرست بنے ہوئے ہیں۔ ہر روز ایک نیا انچھر پھینک کر اس کے منافعے سمیٹنا ان کا پسندیدہ مشغلہ ہے۔ یہی وہ ہیں جو پیدائش سے لے کر موت تک ہر ہر مرحلہ پر اپنی کارگزاری کا حق جبراً وصول کرتے رہتے ہیں۔ انہی کی شان میں پروردگار عالم نے ارشاد فرمایا ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّھْبَانِ لَیَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ (التوبۃ:۳۴)

''اے ایمان لانے والو! ان مولویوں اور پیروں کی اکثریت کا حال یہ ہے کہ وہ لوگوں کا مال باطل طریقوں سے کھاتے ہیں اور اسی پر بس نہیں کرتے بلکہ ان کو اللہ کے راستے سے بھی روک دیتے ہیں''۔

یہ بات بالکل سچ ہے کہ یہ پیر اور مولوی صرف یہی ستم نہیں ڈھاتے کہ فتوے بیچتے اور نذرانے وصول کرتے ہیں، بلکہ انہوں نے اپنی اغراض کی خاطر ساری دنیا کو گمراہیوں کے چکر میں پھنسا رکھا ہے اور ایسی ایسی مذہبی رسمیں ایجاد کر لی ہیں جن کی وجہ سے لوگوں کا مرنا اور جینا، شادی و غم جو کچھ بھی ہے ان کے کھلائے پلائے بغیر نہیں ہو سکتا۔ اسی لیے جب کبھی کوئی دعوتِ حق اصلاح کے لیے اٹھتی ہے تو سب سے پہلے اسی گروہ کے افراد اپنی عالمانہ فریب کاریوں کے ہتھیار لے لے کر اس کا راستہ روکنے کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں اور ایسی ہوا باندھتے ہیں کہ دنیا حیران و ششدر رہ جاتی ہے......(ماخوذ)

تعویذ گنڈے کا کاروبار

بنو اسرائیل کے علماء اور مشائخ کی طرح اس امت کے انہی پیروں اور نام نہاد عالموں نے تعویذ گنڈے کے کاروبار کو اَوجِ کمال تک پہنچا دیا ہے اور ان پر بھی قرآن کریم کا یہ ارشاد پوری طرح صادق آتا ہے:

نَبَذَ فَرِيقٌ مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ كِتَابَ اللَّهِ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ كَأَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُوا الشَّيَاطِينُ عَلَىٰ مُلْكِ سُلَيْمَانَ (البقرۃ: ۱۰۱،۱۰۲)

''اہل کتاب کے ایک گروہ نے کتاب اللہ کو اس طرح پسِ پشت ڈال دیا، گویا کہ وہ کچھ جانتے ہی نہیں اور اللہ کی کتاب کو چھوڑ کر انہوں نے ان چیزوں کی پیروی شروع کر دی جو شیاطین، سلیمان علیہ السلام کی سلطنت کا نام لیکر پیش کیا کرتے تھے''۔

تعویذ اور گنڈے اور ان کی شرعی حیثیت

امت محمدیہ کے افراد کی گردنوں کی تلاشی لی جائے تو کسی میں کاغذی تعویذ لٹک رہا ہوگا، کسی میں چھوٹا سا قرآنی نسخہ، کسی میں دنیا کے ملکوں کے سکے، کسی میں کوڑیاں اور مونگے اور کسی میں چاقو وچھری...... یہ سب چیزیں ان اللہ کے بندوں کے عقیدہ میں ان کو بلاؤں سے بچانے اور بیماریوں سے محفوظ رکھنے کے لیے ہوتی ہیں۔ اب ان چیزوں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کے ارشادات بھی سنتے چلیے:

تعویذ لٹکانا شرک ہے

............عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ اِنَّ الرُّقٰى وَ التَّمَائِمَ وَالتِّوَلَةَ شِرْكٌ

(رواہ ابوداؤد: کتاب الطب / مشکوٰۃ: صفحہ ۳۸۹)

''............عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ دم، تعویذ اور تِوَلہ سب شرک ہیں''۔

بعض قسم کے ''دَم'' جن میں شرکیہ الفاظ نہیں تھے، نبی ﷺ نے ان کی رخصت دیدی مگر تعویذ یا تِوَلہ کی بالکل اجازت نہیں دی۔ آج کل تعویذ کی طرح تِوَلہ (محبت کے تعویذ) کا رواج بھی بہت عام ہو گیا ہے۔ یہ مرد اور عورت میں محبت پیدا کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ چاہے کوئی عورت کسی دوسرے کے نکاح ہی میں کیوں نہ ہو!

ایک دوسری روایت میں یوں آیا ہے:

............عَنْ دُخَيْنِ الْحِجْرِيُّ عَنْ عُقْبَةَ بْنُ عَامِرٍ الْجُهَنِيُّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَقْبَلَ اِلَيْهِ رَهْطٌ فَبَايَعَ تِسْعَةً وَّاَمْسَكَ عَنْ وَّاحِدٍ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بَايَعْتَ

تِسْعَةً وَّاَمْسَكْتَ عَنْ هٰذَا؟ فَقَالَ اِنَّ عَلَيْهِ تَمِيْمَةٌ فَاَدْخَلَ يَدَهُ فَقَطَعَهَا فَبَايَعَهُ وَ قَالَ مَنْ تَعَلَّقَ تَمِيْمَةً فَقَدْ اَشْرَكَ (مسند احمد:جلد۴،صفحہ ۱۵۶)

''.........عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس ایک جماعت آئی۔ نبی ﷺ نے ان میں سے نوؔ سے بیعت لے لی اور ایک کو چھوڑ دیا۔ لوگوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ نے نو سے بیعت لے لی اور ایک کو چھوڑ دیا۔ ارشاد فرمایا کہ اس سے اس لیے بیعت نہیں لی کہ وہ تعویذ پہنے ہوئے ہے۔ یہ سن کر اُن صاحب نے ہاتھ اندر ڈال کر تعویذ توڑ ڈالا۔ اب نبی ﷺ نے ان سے بھی بیعت لے لی اور فرمایا کہ جس نے تعویذ لٹکایا اس نے شرک کیا''۔

کیا یہ حدیث یہ نہیں بتاتی کہ ہر قسم کا تعویذ ناجائز ہے؟ ورنہ نبی ﷺ کم سے کم یہ تو ضرور دریافت فرمالیتے کہ یہ تعویذ جو تم نے لٹکایا ہے اس میں قرآن تو نہیں لکھا ہوا ہے، اسماءِ الٰہی تو نہیں؟ مطلق تعویذ دیکھ کر آپ ﷺ کا بیعت نہ کرنا، کیا یہ ثابت نہیں کرتا کہ آج کے فن دینداری کے ماہر اپنے کاروبار کے لیے جو مختلف عذر پیش کرتے ہیں وہ سارے کے سارے عذر ہائے لنگ کے علاوہ کچھ نہیں؟

بیماری کا تعویذ

...... عَنْ عِيْسَى بْنِ حَمْزَةَ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُكَيْمٍ وَّ بِهٖ حُمْرَةٌ فَقُلْتُ اَلَا تُعَلِّقُ تَمِيْمَةً فَقَالَ نَعُوْذُ بِاللهِ مِنْ ذَالِكَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَنْ تَعَلَّقَ شَيْئًا وُّكِلَ اِلَيْهِ

(رواہ ابوداؤد:کتاب الطب/ترمذی:کتاب الطب/مشکوٰۃ صفحہ ۳۸۹)

''......عیسیٰ بن حمزہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں عبداللہ بن عکیم رضی اللہ عنہ کے پاس عیادت کے لیے گیا وہ ''حمرہ'' (سُرخ بادا) کی بیماری میں مبتلا تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ ''حمرہ'' کے لیے تعویذ کیوں نہیں لٹکا لیتے۔ انہوں نے کہا کہ تعویذ سے اللہ کی پناہ، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے کوئی بھی چیز لٹکائی تو وہ اسی چیز کے سپرد کر دیا جائے گا''۔

معلوم ہوا کہ بلاؤں سے بچنے، بیماری دُور کرنے اور تکلیف ہٹانے کے لیے جو تعویذ استعمال کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے کچھ مطلب نہ رکھے گا اور اس شخص کو اسی تعویذ اور گنڈے کے سپرد کر دے گا۔ یہاں بھی وہی بات ہے کہ ایک تابعی بہرحال مشرکانہ تعویذ کا مشورہ نہیں دے سکتے تھے مگر صحابی رضی اللہ عنہ مطلق تمیمہ کے بارے میں نبی ﷺ کی حدیث بیان کر کے تعویذ سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

تعویذ کے بیوپاریوں کا اکلوتا سہارا

تعویذ اور گنڈوں کے بیوپاریوں سے جب دردمندانہ گزارش کی جاتی ہے کہ للہ اس کاروبار سے باز آجایئے، دُنیا کا ایمان اور اپنی آخرت برباد کر کے کیا ملے گا؟ تو جواب ملتا ہے کہ ہوش کے ناخن لو، کیا

صحابی عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے اپنے بچوں کے گلے میں تعویذ نہیں لٹکایا تھا؟ مناسب ہے کہ اس روایت کی حیثیت بھی متعین کر لی جائے۔ کیونکہ یہی ان کا واحد سہارا ہے:

.......عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحَاقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُعَلِّمُهُمْ مِنَ الْفَزَعِ كَلِمَاتٍ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّةِ مِنْ غَضَبِهٖ وَ شَرِّ عِبَادِهٖ وَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنَ وَ اَنْ يَّحْضُرُوْنَ وَ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو يُعَلِّمُهُنَّ مَنْ عُقِلَ مِنْ بَنِيْهِ وَ مَنْ لَّمْ يَعْقِلْ كَتَبَهٗ فَاُعَلِّقُهٗ عَلَيْهِ – رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَ فِيْ رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ وَ مَنْ لَّمْ يَبْلُغْ مِنْهُمْ كَتَبَهَا فِيْ صَكٍّ ثُمَّ عَلَّقَهَا فِيْ عُنُقِهٖ (مشکوٰۃ:صفحہ ۲۱۷)

''......عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نیند میں ڈر جانے والوں کے لیے یہ دعا سکھاتے تھے۔'' اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّةِ مِنْ غَضَبِهٖ وَ شَرِّ عِبَادِهٖ وَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَ اَنْ يَّحْضُرُوْنَ '' (راوی کا بیان ہے) کہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما اپنے سمجھ والے بچوں کو یہ دُعا یاد کرواتے تھے اور ناسمجھ بچوں کے گلے میں لکھ کر لٹکا دیا کرتے تھے''۔

اس روایت کی علّتیں

اس ایک روایت کے اندر متعدد علّتیں ہیں:

(۱) یہ پورے سرمایہ روایت میں اپنے طرز کی ایک منفرد روایت ہے اور صحیح ہونا تو دُور رہا، یہ حسن روایت بھی نہیں ہے۔ امام ترمذی جو تصحیح روایت کے بارے میں بہت ہی فراخ دل واقع ہوئے ہیں، اس روایت کو حسن بھی شمار نہیں کرتے بلکہ حسن غریب کہتے ہیں؛

(۲) **دوسری علت** اس روایت میں یہ ہے کہ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے **متعلق** یہ جملہ کہ وہ اس دعا کو نابالغ بچوں کے گلے میں لکھ کر لٹکا دیا کرتے تھے، حدیث کے الفاظ نہیں بلکہ راوی کی طرف سے یہ ایک ''مُدرَج'' جملہ ہے؛

(۳) **تیسری علت:** عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما، جن کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ وہ اپنے کمسن بچوں کے گلے میں دعا کا تعویذ لٹکاتے تھے، خود نبی ﷺ سے تعویذ لٹکانے کی برائی میں صحیح حدیث روایت کرتے ہیں یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ کسی چیز کی برائی کی حدیث بھی روایت کرے اور دوسری طرف اس چیز میں مبتلا بھی ہو! روایت یوں ہے:

......عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ مَا اُبَالِيْ مَا اَتَيْتُ اِنْ اَنَا شَرِبْتُ تِرْيَاقاً اَوْ تَعَلَّقْتُ تَمِيْمَةً اَوْ قُلْتُ الشِّعْرَ مِنْ قِبَلِ نَفْسِيْ

(رواہ ابوداؤد:کتاب الطب/مشکوٰۃ: صفحہ ۳۸۹)

''............عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما (علامہ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ یہ روایت عبداللہ

بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما سے نہیں بلکہ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے ہے اور اسی طرح ابوداؤد کے نسخوں میں ہے۔ مشکوٰۃ میں غلطی سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما چھپ گیا ہے) روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اگر میں کہیں یہ تین باتیں کروں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اب مجھے حق و ناحق کی کوئی پرواہ نہیں ہے؛ وہ تین باتیں یہ ہیں: (۱) تریاق استعمال کروں (اس میں شراب اور سانپوں کا گوشت ہوتا ہے) (۲) تعویذ لٹکاؤں (۳) شاعری کروں"۔

(۴) **چوتھی علت** اس روایت میں یہ ہے کہ اس کے دو راوی محمد بن اسحٰق اور عمرو بن شعیب ایسے راوی ہیں جن پر ائمہ حدیث نے شدید جرح کی ہے:

محمد بن اسحاق بن یسار: امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **دَجَّالٌ مِّنَ الدَّجَّاجِلَةَ** "دجالوں میں سے ایک دجّال ہے" (تہذیب التہذیب: جلد ۹، صفحہ ۴۱/میزان الاعتدال: جلد ۳، صفحہ ۲۱)۔ سلیمان تیمی کہتے ہیں کہ "وہ **کذّاب** (بہت بڑا جھوٹا) ہے"؛ ہشام بن عروہ رحمہ اللہ بھی کہتے ہیں کہ "وہ **کذّاب** ہے"؛ یحییٰ قطّان رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ "میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ وہ **کذّاب** ہے" (میزان الاعتدال: جلد ۳، صفحہ ۲۱)۔ وہیب بن خالد اس کو **کاذب** (جھوٹا) کہتے ہیں (تہذیب التہذیب: جلد ۹، صفحہ ۴۵)۔ جریر بن عبدالحمید کا بیان ہے کہ "میرا یہ خیال نہ تھا کہ میں اس زمانہ تک زندہ رہوں گا جب لوگ محمد بن اسحاق سے حدیث کی سماعت کریں گے" (تہذیب التہذیب: جلد ۲، صفحہ ۳۰۶)۔

اب ذرا ایسے کاذب راوی کے بارے میں ائمہ حدیث کا نظریہ بھی ملاحظہ فرمالیجیے:

وَاِذَا قَالُوْا مَتْرُوْكُ الْحَدِيْثِ اَوْ وَاهِيًا اَوْ كَذَّابٌ فَهُوَسَاقِطٌ لَّايُكْتَبُ حَدِيْثُهٗ

(تقریب النووی: صفحہ ۲۳۳)

"جب محدثین کسی راوی کے بارے میں یہ کہیں کہ وہ متروک ہے یا واھی ہے یا کذّاب ہے، تو وہ راوی ساقط الاعتبار رہوتا ہے، اس کی روایت لکھی بھی نہیں جاسکتی"۔

عمرو بن شعیب: دوسرے راوی عمرو بن شعیب، جو محمد بن اسحاق کے استاد ہیں، ان کا معاملہ بھی اپنے شاگرد سے مختلف نہیں۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ عمرو بن شعیب **عن ابیہ عن جدّہ لیس بحجۃ** یعنی عمرو بن شعیب کی روایت اپنے باپ سے اور ان کی اپنے دادا سے حجت نہیں ہے۔ اور اس روایت میں ایسا ہی ہے۔ اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ وہ آدھی حجت بھی نہیں ہے۔ یحییٰ بن سعید کہتے ہیں کہ "عمرو بن شعیب ہمارے نزدیک واھی ہے"۔ امام احمد کہتے ہیں کہ "عمرو بن شعیب کی روایت حجت نہیں ہے" (تہذیب التہذیب: جلد ۸م صفحہ ۴۹، ۵۰)۔ ابوزرعہ کہتے ہیں کہ

''عمرو نے اپنے باپ سے صرف چند روایتیں سنی ہیں لیکن وہ باپ اور دادا سے منسوب کر کے تمام غیر مسموع روایتیں بے تحاشا بیان کرتے ہیں'' (میزان الاعتدال: جلد ۲، صفحہ ۲۸۹)۔ ابن حجر کہتے ہیں کہ ''انہوں نے **عن ابیہ عن جدّہ** کے طریقہ سے کچھ بھی نہیں سنا، وہ کتاب سے نقل کر کے محض تدلیس سے کام لیتے ہیں'' (طبقات المدلسین: صفحہ ۱۱)۔

(۵) پانچویں علت یہ ہے کہ کسی صحابی، کسی تابعی نے تمیمہ کو جائز قرار نہیں دیا۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ بعض صحابہ بھی ان تعویذوں کو جائز سمجھتے تھے جن میں قرآن یا اسماء اللہ تعالیٰ یا اللہ کی صفات لکھی ہوئی ہوتی تھیں، صحیح نہیں ہے اور اس سلسلہ میں عمر بن خطاب، عبداللہ بن عمرو بن العاص اور ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا نام پیش کیا جانا صریح ظلم ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ایک پُرزہ بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھ کر ایک صاحب کو دیا تھا کہ وہ ٹوپی میں لگا لیا کریں تو سر کا درد دُور ہو جائے گا، ایک افسانہ محض ہے اور یہی حال ہے اُس قصّہ کا بھی جو دریائے نیل سے متعلق ہے۔ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کا پچھلے صفحات میں ذکر کر کے وضاحت کر دی گئی ہے کہ ان کی طرف تعویذ (تمیمہ) کے جواز کی نسبت صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق یہ بات کہنا کہ وہ تعویذ کو جائز سمجھتی تھیں، ایک صریح بہتان ہے۔ ایسی ایک روایت بھی پورے سرمایۂ حدیث میں موجود نہیں ہے۔ آگے آرہا ہے کہ وہ شرک کی ساری شکلوں سے بے انتہا بیزار تھیں۔ سچی بات یہ ہے کہ کسی بھی قسم کے تعویذ کا جواز نہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے نہ خلفائے راشدین سے اور نہ دوسرے کسی صحابی سے، رہے تابعین تو ان کے فتوے یہ ہیں:

تابعین کا فتویٰ

...... عَنْ وَكِيعٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ مَنْ قَطَعَ تَمِيمَةً مِنْ اِنْسَانٍ كَانَ كَعَدْلِ رَقَبَةٍ (رواہ وکیع)

''............ وکیع سعید بن جبیر رحمہ اللہ (یہ وہ آخری شخص ہیں جن کو ظالم حجاج بن یوسف شہید کر پایا تھا، اور یہ عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگرد رشید ہیں) سے روایت کرتے ہیں کہ جس شخص نے کسی آدمی کا تعویذ کاٹ دیا گیا تو گویا اس نے ایک جان آزاد کر دی''۔

...... عَنْ اِبْرَهِيمَ النَّخَعِيِّ قَالَ كَانُوْا يَكْرَهُوْنَ التَّمَائِمَ كُلَّهَا مِنَ الْقُرْآنِ وَ غَيْرَ الْقُرْآنِ (رواہ وکیع)

''وکیع کہتے ہیں کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ (مشہور تابعی، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے استاد کے استاد) روایت کرتے ہیں کہ صحابہ و تابعین سارے تعویذوں کو ناجائز سمجھتے تھے چاہے ان میں قرآن لکھا ہوتا یا غیر قرآن''۔

قرآن کریم اوراس کی آیتوں کے لٹکانے کے سلسلہ میں بعض نادان یہ دلیل لاتے ہیں کہ کیا قرآن کو شفا نہیں کہا گیا ہے؟ اور قرآن اگر شفا ہے تو اس کا لٹکانا کیوں شفا کا موجب نہ ہوگا۔ کوئی ان سے پوچھے کہ کیا شہد (عسل) میں شفا نہیں بتائی گئی ہے، اب اگر کوئی شہد کو استعمال کرنے کے بجائے بوتل میں بھرکر پیٹ پر باندھ لے تو کیا ایسا کرنے والا دیوانہ نہ سمجھا جائے گا۔ لاریب! قرآن شفا ہے لیکن اس وقت جب اسے اس طرح استعمال کیا جائے جس طرح اللہ اوراس کے رسول ﷺ نے بتلایا ہے نہ کہ اپنے پسندیدہ طریقہ پر۔ قرآن شفا اس وقت ہے جب سمجھ کراس کی تلاوت ہو، اس سے نصیحت حاصل کی جائے، اس پر تفکر وتدبر ہواوراس کے مطابق اپنے عمل کو بنایا اور سنوارا جائے یہ جو شفا حاصل کرنے کے لیے قرآن کو تعویذ بنا کر لٹکا لیتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی بیماری کی حالت میں ڈاکٹر کا نسخہ یا ڈاکٹری علاج کی پوری کتاب گلے میں لٹکا لے۔ انہی تعویذ اور گنڈہ کا کاروبار کرنے والے قسم کے لوگوں کے لیے قرآن میں ارشاد فرمایا ہے:

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُم بِاللَّهِ إِلَّا وَهُم مُّشْرِكُونَ (یوسف: ١٠٦)

''اوران کی اکثریت اللہ کے ساتھ ایمان لانے کا اقرار کرنے کے بعد شرک بھی کرتی ہے''

اسی وجہ سے علما نے اس تعویذ کو بھی ناجائز قرار دیا ہے جس میں قرآن لکھا ہوا ہو:

قَالَ الْقَاضِيُّ أَبُوبَكْرِنِ الْعَرَبِيُّ تَعْلِيقُ الْقُرْآنِ لَيْسَ مِنْ طَرِيقِ السُّنَّةِ إِنَّمَا السُّنَّةُ فِيهِ ذِكْرٌ دُونَ التَّعْلِيقِ (عون المعبود شرح ابی داؤد: جلد ۴، صفحہ ۲)

''قاضی ابوبکر العربی فیصلہ فرماتے ہیں کہ قرآن لٹکانا سنت کا طریقہ نہیں، سنت تو یہ ہے کہ قرآن سے نصیحت حاصل کی جائے، اسے لٹکایا نہ جائے''۔

تعویذ اور گنڈے کے ان بیوپاریوں سے جو قرآنی تعویذ کے جائز ہونے کا ادّعا کرتے ہیں ہمارا کہنا یہ ہے کہ کبھی آپ ''حضرات'' نے اپنے گاہکوں سے یہ بھی کہا ہے کہ لوگو! جو تعویذ تم لٹکائے پھرتے ہو ان کو کھول کر ضرور دیکھ لینا۔ ہوسکتا ہے کہ ان میں قرآن اور اسماء الٰہی کے بجائے یا جبرئیل، یا میکائیل لکھا ہوا ہو، یا بم مہادیو اور ٹن گنیش، تو ایسے تعویذ فوراً اتار پھینکنا کیونکہ یہ شرک ہے۔ ہاں اگر قرآن یا اسماء الٰہی ہوں یا ہمارا دیا یہ تعویذ پہنو تو پاخانہ پیشاب کے لیے جاتے وقت اس کو اتار دینا کیونکہ نبی ﷺ ایسے اوقات میں اپنی انگوٹھی اتار دیا کرتے تھے ہمارا دعویٰ ہے کہ ایمان کے یہ شکاری کبھی ایسا کرنے پر تیار نہ ہوں گے کیونکہ

اس طرح سے ان کے دھندے پر اثر پڑے گا اور پیٹ اس ضرب کو سہہ جائے، ناممکن! ان ساری باتوں کے باوجود بھی اگر کچھ لوگ اس کام پر مصر ہیں اور انہوں نے اعمالِ قرآنی اور نقوشِ سلیمانی کے نام سے اس کاروبار کو فروغ دے رکھا تو یہ ان کا اپنا فعل ہے، وہ اس کے ذمہ دار اور اللہ کی بارگاہ میں اس کے جواب دہ ہیں۔ افسوس کہ امت مسلمہ کے یہ نام نہاد علماء قرآن وحدیث کا کیسا مذاق اڑاتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ **فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ** کے تعویذ کی یہ تاثیر ہے اور **وَاَلْقَتْ مَافِيْهَا وَتَخَلَّتْ** کے تعویذ کی یہ ......

تانت اور دھاگے

تعویذوں کے ساتھ ساتھ تانت اور دھاگے کی وبا بھی بری طرح پھیلی ہوئی ہے۔ کہیں باری کے بخار کا دھاگہ نظر آتا ہے اور کہیں نظرِ بد سے بچانے والی تانت۔ اس کے مقابلے میں حدیث نبوی یہ بتاتی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے شرک کے ان مظہرات کو جانوروں تک کے جسموں سے کٹوا کر الگ کروا دیا:

............**عَنْ اَبِىْ بَشِيْرِ الْاَنْصَارِىُّ اَنَّهٗ كَانَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِىْ بَعْضِ اَسْفَارِهٖ فَاَرْسَلَ رَسُوْلاً اَنْ لَّا يَبْقَيَنَّ فِىْ رَقَبَةِ بَعِيْرٍ قَلَادَةٌ مِنْ وَتَرٍ اَوْ قَلَادَةٌ اِلَّا قُطِعَتْ**

(بخاری:کتاب الجہاد/ مسلم:کتاب اللباس والزینۃ)

''......ابو بشیر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے کہ نبی ﷺ نے ایک منادی کرنے والے کو بھیجا جو یہ اعلان کر رہا تھا کہ کسی اونٹ کی گردن میں تانت کا پٹہ ہو یا کسی اور چیز کا تو اس کو کاٹ ڈالا جائے ہرگز باقی نہ چھوڑا جائے (ایام جاہلیت میں یہ پٹے نظرِ بد سے بچانے کے لیے استعمال ہوتے تھے)۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اس قسم کے عمل شرک سے بیزاری کا اندازہ حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ (صاحب السّر، رازدانِ رسول ﷺ) کے طرزِ عمل سے لگایا جاسکتا ہے:

...... **عَنْ عُرْوَةَ قَالَ: دَخَلَ حُذَيْفَةُ عَلٰى مَرِيْضٍ فَرَاٰى فِىْ عَضُدِهٖ سَيْراً فَقَطَعَهٗ اَوْ اِنْتَزَعَهٗ ثُمَّ قَالَ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ** (یوسف: ۱۰۶)

(رواہ ابن ابی حاتم۔تفسیر ابن کثیر:جلد۲، صفحہ ۴۹۴)

''......عروۃ رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ ایک مریض کی عیادت کو گئے اور اس کے بازو پر انہوں نے ایک دھاگا بندھا ہوا دیکھا تو اس کو کاٹ کر الگ کر دیا اور قرآن کی یہ آیت پڑھی جس کے معنی یہ ہیں کہ لوگوں کی اکثریت **اللہ** کو مانتی ضرور ہے مگر اس کے ساتھ دوسروں کو شریک بھی ٹھہراتی ہے''۔ وکیع کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس مریض سے کہا کہ اگر تو اس حالت میں مر جائے کہ تیرے ہاتھ پر یہ دھاگا بندھا ہوا ہو تو میں تیری نمازِ جنازہ نہ پڑھوں گا۔

کڑے اور چھلّے پہننے والے جنت میں نہ جائیں گے

......عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ رَأٰی رَجُلاً فِیْ یَدِہٖ حَلْقَةً مِّنْ صُفْرٍ فَقَالَ مَا هٰذَا قَالَ مِنَ الْوَاهِنَةِ فَقَالَ اِنْزِعْهَا فَاِنَّهَا لاَ تَزِیْدُکَ اِلَّا وَهْنًا فَاِنَّکَ لَوْ مِتَّ وَ هِیَ عَلَیْکَ مَا اَفْلَحْتَ اَبَداً

(رواہ احمد بسند لا باس بہ و ابن حبان فی صحیحہ و الحاکم و قال صحیح الاسناد و اقرّہ الذهبی)

''.........عمران بن حصین رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک صاحب کے ہاتھ میں پیتل کا ایک کڑا دیکھا تو پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ پہننے والے صاحب نے جواب دیا کہ یہ ''واھنہ'' کی وجہ سے ہے (یعنی ہاتھ کی کمزوری اور بیماری دور کرنے کے لیے) نبی ﷺ نے ردفرمایا اور کہا بلکہ یہ کمزوری کو اور بڑھائے گا اور اگر تو اسے پہنے ہوئے مر جائے تو کبھی کامیابی سے ہمکنار نہ ہوگا (یعنی جنت میں نہ جائے گا)''۔

نبی ﷺ کا فرمان یہ ہے اور آج امت محمدیہ میں جدھر نگاہ ڈالیے، کڑے ہی کڑے اور چھلے ہی چھلے نظر آتے ہیں!

آسیب اور بلاؤں کا دفیعہ

یاد رہے کہ نادانوں کے چھوٹے بچوں پر آسیب کا اثر بہت جلدی ہو جایا کرتا ہے! اور اس کا بچاؤ لوہے کی چیز ہی سے ہوسکتا ہے! اس لیے بچہ اگر گھر میں ہو تو اس کے پاس چھری یا چاقو موجود رہنا چاہیے! اور اگر گھر سے باہر بچہ کو نکالنا ہو تب بھی ان چیزوں کا ساتھ جانا ضروری ہے! یہ ایک خالص مشرکانہ رسم ہے اور عرب جاہلیت میں بھی پائی جاتی تھی۔ اس کے متعلق امّ المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا فتوٰی فکر ونظر کا مستحق ہے:

.... عَنْ عَائِشَةَ کَانَتْ تُؤْتٰی بِالصِّبْیَانِ اِذَا وُلِدُوْا فَتَدْعُوْلَهُمْ بِالْبَرَکَةِ فَاُتِیَتْ بِصِبْیٍ فَذَهَبَتْ تَضَعُ وِسَادَةً فَاِذَا تَحْتَ رَاْسِہٖ مُوْسٰی فَسَالَتْهُمْ عَنِ الْمُوْسٰی فَقَالُوْا نَجْعَلُهَا مِنَ الْجِنِّ فَاَخَذَتِ الْمُوْسٰی فَرَمَتْ بِهَا وَ نَهَتْهُمْ عَنْهَا وَ قَالَتْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ کَانَ یَکْرَهُ وَیَبْغَضُهَا وَ کَانَتْ عَائِشَةَ تَنْهٰی عَنْهَا

(ادب المفرد للبخاری:باب الطیرة من الجن، صفحہ ۱۸۰)

''.........اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس نومولود لائے جاتے تھے اور وہ ان کے لیے اللہ کی برکت کی دُعا کرتی تھیں۔ ایک دن ایک بچہ لایا گیا اور جب وہ اس کا تکیہ رکھنے لگیں تو اس کے سر کے نیچے انہیں ایک استرا نظر آیا۔ دریافت کیا کہ یہ کیا ہے۔ گھر والوں نے کہا کہ ہم ''جنوں'' سے محفوظ رکھنے کے لیے ایسا کرتے ہیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے وہ استرا لے کر

پھینک دیا اوران لوگوں کوایسا کرنے سے منع فرمایا اورکہا کہ رسول اللہ ﷺ اس کو (یعنی شگون اورٹوٹکے کو) ناپسند فرماتے تھے اورانہیں ان باتوں سے سخت نفرت تھی۔ اسی لیے عائشہ رضی اللہ عنہا اس سے منع کرتی تھیں“۔

جن اُتارنا

مذہبی پیشہ وروں نے جنوں کے آنے جانے اور سوار ہو جانے کے ایسے بے حساب قصّے گھڑ رکھے ہیں جن کی مدد سے وہ اپنے کاروبار کوفروغ دینے کا برابر انتظام کرتے رہتے ہیں۔ دراصل جنوں کا آ کرکسی پر سوار ہو جانا ایک سفید جھوٹ ہے چاہے لاکھوں آدمی اسے اپنا چشم دید واقعہ کہہ کر ہی بیان کیوں نہ کریں۔ افسوس کہ دلیل کے طور پرایک روایت بھی لائی جاتی ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو ملک شام میں جنوں نے شہید کر دیا تھا۔ حالانکہ اہل علم جانتے ہیں کہ یہ روایت بالکل غلط اور خالص موضوع ہے اور یہی حال عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے جن اتارنے والی روایت کا بھی ہے۔

کاروبار کی بات اور ہے مگر عملی دنیا میں آج تک کسی وہمی سے وہمی شخص نے اس بات کا اظہار نہیں کیا کہ فلاں قتل انسان نے نہیں بلکہ جن نے کیا ہے اور نہ کبھی کوئی پولیس اس نتیجہ تک پہنچی ہے کہ یہ چوری جنوں کی کارگزاری ہے! یہ جنوں کے اتارنے والے جو چند پیسوں کے عوض یہ مذموم دھندا کرتے ہیں کیوں جنوں کو قبضہ میں کر کے بڑی بڑی رقمیں جمع نہیں کر لیتے۔ دراصل یہ جن یا تو ان عورتوں پر آتے ہیں جو اپنے گھر والوں پر اثر ڈالنا چاہتی ہیں یا ان جوانوں پر جو اس بہانے اپنی کوئی بات پوری کروانا چاہتے ہیں۔

اس جن اتارنے والے بیوپار کے بارے میں زبان نبوت سے نکلی ہوئی بات بھی سن لینا مناسب ہے:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَنِ النُّشْرَةِ فَقَالَ هُوَ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ

(رواہ ابوداؤد: کتاب الطب، جلد۲، صفحہ ۵۴۰)

”............جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ نُشرۃ (جن بھوت اتارنے کے عمل) کے بارے میں آپ کا کیا حکم ہے۔ ارشاد فرمایا کہ یہ شیطانی عمل ہے“۔

جن بھوت بھگانے والے، تعویذ اور گنڈے کے بیوپاری اور دھاگے اور کڑے کے پرچارک بھی وہی لوگ ہیں جن کا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ ان کی بے خوفی کا عالم یہ ہے کہ انہیں باتوں پر یہ بس نہیں کرتے بلکہ علم غیب اور ’کل کی خبر‘ بھی دیتے ہیں۔ کسی

سے کہتے ہیں کہ میں نے کتاب دیکھی ہے تمہاری ماں پر فلاں جن کا سایہ ہے اور اس کو بھگانے کا طریقہ مجھے آتا ہے۔ کبھی کہتے ہیں کہ تمہاری کوئی چیز گم ہو جائے تو مجھ سے پوچھو میں بتاؤں گا۔ پھر کبھی کوئی خرافاتی کتاب دیکھ کر اور کبھی ناخنوں پر پڑھنے کا بہانہ کر کے ایک بات کہہ دیتے ہیں اور چونکہ ان کا سابقہ بھی مشرکانہ ذہنیت کے ناسمجھ لوگوں سے ہی ہوتا ہے اس لیے ان کی طرف سے کسی خطرناک شکایت کا انہیں کم ہی سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایک ہی خاندان کے ایک شخص کو خود تعویذ دے کر اس کے دفن کرنے کی جگہ بتاتے ہیں اور دوسرے سے کہتے ہیں کہ فلاں جگہ تمہارے دشمن نے تعویذ دبا دیا ہے جاؤ اس کو نکال پھینکو۔ اس طرح سے یہ ذاتِ شریف پورے پورے خاندان کو آپس میں لڑا کر اپنی کمائی کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے شر سے محفوظ رکھے۔

پانی پر ''دم'' کرنے کا کاروبار

تعویذ اور گنڈے کے ساتھ ساتھ پانی پر ''دم'' کر کے اسے پلانے کا کام بھی پورے زور وشور کے ساتھ چل رہا ہے۔ مسجد کے باہر لوگ برتن لیے کھڑے رہتے ہیں کہ نماز ختم ہو، اور وہ اپنے برتن پر ''دم'' کروائیں۔ سب سے زیادہ ہنگامہ رمضان میں آخری تراویح کی رات کو ہوتا ہے۔ جب قاری کے سامنے پانی کی بوتلوں اور برتنوں کی قطار لگ جاتی ہے اور یہ سب کچھ دینداری کے بھیس میں ہوتا ہے۔ کاش انہیں کوئی بتائے کہ نبی ﷺ نے جس چیز سے منع کیا ہے اس سے کسی قسم کے خیر کی امید ایمان ہی کے خلاف ہے، چہ جائیکہ ایسے عمل سے شفا کی توقع کی جائے!

......عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیّ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ نَهٰی عَنِ النَّفْخِ فِی الشَّرَابِ

(رواہ الترمذی فی کتاب الادب و قال حدیث حسن صحیح)

''......ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے پینے کی چیز میں پُھونک مارنے سے منع فرمایا ہے''۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ نَهٰی اَنْ یُّتَنَفَّسَ فِی الْاِنَآءِ اَوْ یُنْفَخَ فِیْهِ

(رواہ الترمذی فی کتاب الادب و قال حدیث حسن صحیح و ابوداؤد)

''......ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے برتن میں سانس لینے یا پُھونک مارنے سے منع فرمایا ہے''۔

یہ دونوں حدیثیں حسن صحیح ہیں اور واضح کرتی ہیں کہ آج جو کام دینداری کے پردے میں کیا جارہا ہے وہ حدیث نبوی ﷺ کے بالکل خلاف ہے۔

پانی پر ''دم'' کرنے کے کاروبار کے علاوہ، دوسرے دھندے بھی زوروں پر ہیں کہیں کوئی تشتریوں پر قرآنی آیتیں لکھ کر دے رہا ہے کہ ان کو پانی میں گھول کر پی لینا۔ دُکھ درد دُور ہو جائیں گے۔ کوئی فلیتے جلوا رہا ہے کہ یہ دُعا پڑھ کر ان کو جلانا، گھر پاک ہو جائے گا۔ کہیں جن کو بوتل میں اُتارا جا رہا ہے، اور کہیں دیوان حافظ سے فال نکالی جا رہی ہے، کوئی علم نجوم کے ذریعہ قسمت بتانے پر مصر ہے، اور کوئی طوطا اور مینا کے ذریعہ، کوئی فیروزہ یا دوسرا کوئی پتھر انگوٹھی میں پہن کر اس بات کا امیدوار ہے کہ اُس کے رزق میں اضافہ ہو، اور کوئی منی پلانٹ (دولت کا پودا - Money Plant) کے ذریعہ اپنے گھر اور دُکان میں دولت کی بارش کروانا چاہتا ہے۔ کہیں کسی کے نام کی چوٹی ہے اور کسی کے نام کی بدّھی، کوئی کانوں میں غیر اللہ کے نام کا ''دُر'' ڈال رہا ہے، اور کوئی پاؤں میں بیڑیاں۔ غرض ہر طرف کفر و شرک کا طوفان اُمڈ آیا ہے۔ اب بھی اگر کوئی موحد گروہ اصلاحِ حال کے لیے نہ اٹھا تو قصہ پاک ہے۔

تعویذ، گنڈے، جھاڑ پھونک پر اُجرت لینا

کہا جاتا ہے کہ یہ سارے کام ہم اُمت کی ''خیر خواہی'' کے جذبہ سے بے قابو ہو کر کر رہے ہیں، ورنہ ہمارا ذاتی فائدہ کوئی نہیں! لیکن حقیقت بالکل اس کے برعکس ہے۔ صرف کمائی مقصود ہے اور بس...... اسی لیے ایسی کمائی کو جائز ثابت کرنے کے لیے حدیث و قرآن کی ناروا تاویلات تک سے گریز نہیں کیا جاتا۔ سب سے زیادہ جس روایت پر مشق ستم ہے وہ بخاری میں آئی ہوئی ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:

............عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیْ اَنَّ نَاساً مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ اَتَوْا عَلٰی حَیٍّ مِّنْ اَحْیَاءِ الْعَرَبِ فَلَمْ یَقْرُوْھُمْ فَبَیْنَمَاھُمْ کَذٰلِکَ اِذَا لُدِغَ سَیِّدُ اُولٰئِکَ فَقَالُوْا ھَلْ مَعَکُمْ مِنْ دَوَاءٍ اَوْ رَاقٍ فَقَالُوْا اِنَّکُمْ لَمْ تَقْرُوْنَا وَلَا نَفْعَلُ حَتّٰی تَجْعَلُوْا لَنَا جُعْلاً فَجَعَلُوْا لَھُمْ قَطِیْعاً مِّنَ الشَّآءِ فَجَعَلَ یَقْرَأُ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ وَ یَجْمَعُ بُزَاقَهُ وَیَتْفِلُ فَبَرَأَ فَأُتُوْا بِالشَّآءِ فَقَالُوْا لَا نَاْخُذُهُ حَتّٰی نَسْئَلَ النَّبِیَّ ﷺ فَسَأَلُوْهُ فَضَحِکَ وَ قَالَ وَمَا اَدْرٰکَ اِنَّھَا رُقْیَةٌ خُذُوْھَا وَاضْرِبُوْا لِیْ بِسَھْمٍ وَ فِیْ رِوَایَةٍ اَقْسِمُوْا وَاَضْرِبُوْا لِیْ مَعَکُمْ بِسَھْمٍ وِ فِیْ رِوَایَةٍ اَقْسِمُوْا وَاضْرِبُوْا لِیْ مَعَکُمْ سَھْمًا

(بخاری: کتاب الطب، جلد ۲، صفحہ ۸۵۴)

وَ فِیْ رِوَایَةِ سُلَیْمَانَ بْنِ قِتَّةٍ فَبَعَثَ اِلَیْنَا بِالشَّآءِ وَالنُّزُوْلَ فَاَکَلْنَا الطَّعَامَ

............ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت ایک عرب قبیلہ کے پاس پہنچی۔قبیلہ والوں نے اُن کی مہمان نوازی کرنے سے انکار کر دیا۔اسی درمیان اس قبیلہ کے سردار کو ایک زہریلے جانور نے ڈس لیا۔قبیلہ والوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے دریافت کیا کہ کیا تمہارے پاس کاٹے کی دوا ہے یا تمہارے اندر کوئی ایسا ہے جو کاٹے کے منتر سے واقف ہو اور دم کرسکتا ہو۔صحابہ رضی اللہ عنہم نے جواب دیا کہ ''ہاں''۔مگر تم لوگ وہ ہو جنہوں نے ہماری میزبانی کرنے سے انکار کر دیا ہے اس لیے ہم اس وقت تک تمہارے سردار پر ''دم'' نہ کریں گے جب تک تم ہمیں اُس کی اجرت دینے کا وعدہ نہ کرو۔آخر کار بھیڑوں کی ایک ٹکڑی پر معاملہ طے ہوا۔ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے سورۃ فاتحہ پڑھ کر اپنا تھوک جمع کیا اور سردار پر تُھتکار دیا۔قبیلہ کا سردار بالکل اچھا ہو گیا۔حسب وعدہ قبیلہ والے بھیڑیں لے آئے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تردد ہوا۔اور انہوں نے کہا کہ اس وقت تک ہم ان بھیڑوں کو نہ لیں گے جب تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت نہ کرلیں۔پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے پوچھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے اور فرمایا کہ تم کو کیسے معلوم ہوا کہ سورۃ فاتحہ ایک ''دم'' ہے۔بھیڑوں کو لے لو، اور میرا بھی حصّہ لگاؤ۔ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپس میں تقسیم کرلو اور میرا بھی حصہ لگاؤ۔سلیمان بن قتۃ کی روایت میں اتنا اضافہ ہے کہ پھر قبیلہ والوں نے ہمارے لیے بھیڑیں بھیجیں اور ضیافت کے لیے کھانا بھی، جس کو ہم نے کھایا۔

یہ حدیث صاف بتا رہی ہے کہ یہ ایک غیر معمولی واقعہ تھا۔اور اس خاص موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان قبیلہ والوں سے اجرت کا معاملہ صرف ان کی بے مروتی سے ناراض ہونے کی وجہ سے کیا تھا کیونکہ اس روایت کے علاوہ پورے سرمایہ حدیث میں ایک صحیح روایت بھی ایسی نہیں جس سے معلوم ہو کہ کبھی اور بھی کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے ایسی اُجرت لی ہے۔رہی خارجہ بن صلت کی روایت تو خود خارجہ ضعیف ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ ٹھیٹھ اُجرت کا معاملہ ہے بھی نہیں، کیونکہ اگر یہ بھیڑیں اُجرت میں دی گئی تھیں تو یہ صرف ''دم'' کرنے والے کی اُجرت تھیں۔ان کا تقسیم کیا جانا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا حصہ نکالنے کے لیے کہنا اُجرت کے معاملے میں تو بہر حال نہیں ہو سکتا۔اس لیے اس روایت سے اُجرت کا جواز نکالنا صحیح نہیں ہے۔دراصل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد صحابہ رضی اللہ عنہم کی تالیف قلب کے لیے تھا۔کیونکہ ایسی جگہ پر جہاں کھانے پینے کی

چیزیں دستیاب نہ ہو رہی ہوں، ایک قبیلہ کا مہمان نوازی سے انکار کردینا سخت خطرناک نتائج کا حامل ہوسکتا ہے۔ ایسے غیر معمولی حالات کی وجہ سے نبی ﷺ نے یہ بات کہی تاکہ قبیلہ والوں نے جو انہیں کھلایا پلایا تھا اس پر ان کا دل نہ کڑھے ورنہ عام حالات میں قرآن پر اجرت لینے سے نبی ﷺ نے شدت کے ساتھ منع فرمایا ہے۔ متعدد احادیث نبوی ﷺ اس پر شاہد ہیں:

.... عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ شِبْلِ الْاَنْصَارِیُّ قَالَ سَمِعْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِقْرَءُوْا الْقُرْآنَ وَ لَا تَاْكُلُوْا بِهٖ (مسند احمد:جلد۳، صفحہ ۴۴۴)

''...........عبدالرحمٰن بن شبل انصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا کہ قرآن پڑھو مگر اس کو روٹی کمانے کا ذریعہ نہ بناؤ''۔

......عَنْ بُرَیْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ قَرَءَ الْقُرْآنَ (یَتَاَكَّلُ) بِهِ النَّاسَ جَآءَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَ وَجْهُهٗ عَظْمٌ لَّیْسَ عَلَیْهِ لَحْمٌ (رواہ البیہقی:بحوالہ مشکوٰۃ ،صفحہ ۱۹۳)

''بریدہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے قرآن پڑھ کر لوگوں سے اسے روٹی حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا وہ قیامت کے دن اس صورت میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر صرف ہڈی ہوگی گوشت نہ ہوگا''۔

اسی لیے امام بخاری اپنی صحیح میں قرآن کو روٹی کمانے کا ذریعہ بنانے کے گناہ کا باب باندھتے ہیں: بَابُ اِثْمِ مَنْ رَّآءَ ی بِقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ اَوْ تَاَكَّلَ بِهٖ اَوْ فَجَرَ بِهٖ، یعنی باب اس شخص کے گناہ کا جو قرأتِ قرآن کو ریاکاری کے لیے استعمال کرے یا اس کو روٹی کمانے کا ذریعہ بنائے یا اس کے ذریعہ فسق و فجور کرے۔ (بخاری :کتاب فضائل القرآن،جلد ۱،صفحہ ۷۵۶)

ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ کو ان کے ایک شاگرد نے جس کو انہوں نے قرآن کی تعلیم دی تھی، تحفہ کے طور پر ایک کمان دی تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ یہ آگ کا طوق ہے، اگر پہننے کا بُوتا ہوتو قبول کرلو۔ (ابو داؤد:کتاب البیوع،صفحہ ۴۸۵)

ان صاف اور واضح احادیث کی روشنی میں حسن بصری رحمہ اللہ کا فتویٰ بھی پیش نظر رہے تو زیادہ مناسب ہے:

عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِیُّ اَنَّهٗ ۱ الْبَهْلَوَاةُ الَّذِیْ فَوْقَ الْحِبَالِ اَحْسَنُ مِنَ الْعُلَمَآءِ

الَّذِيْنَ يَمِيْلُوْنَ اِلَى الْمَالِ لِاَنَّهُ يَاْكُلُ الدُّنْيَا بِالدُّنْيَا وَ هٰؤُلَآءِ يَاْكُلُوْنَ الدُّنْيَا بِالدِّيْنِ

(مرقاۃ شرح مشکوۃ :جلد۲،صفحہ ۶۲۵)

”حسن بصری نے فرمایا کہ وہ پہلوان (رسیوں پر چل کر کرتب دکھانے والا) جو رسیوں کے اوپر ہوتا ہے ان علما سے زیادہ بہتر ہے جو مال و دولت کی طرف جھک پڑتے ہیں کیونکہ وہ (پہلوان) دنیا کو دنیا کے ذریعہ کماتا ہے، اور یہ لوگ (علماء) دنیا کو دین کے ذریعہ“۔

اب قرآن کو تعویذ کی شکل میں فروخت کرنے والوں، قرآنی تعلیم پر لوگوں سے اجرت وصول کرنے والوں اور قرآن کی تفسیر لکھ لکھ کر بیچنے والوں کو کچھ تو اللہ کا خوف کرنا چاہیے۔

سن رکھو! کہ آج جو سزا اس امت کو مل رہی ہے وہ اسی شرک کی پاداش ہے۔ اور اگر اب بھی ”شرک“ کی ان ساری صورتوں سے توبہ کر کے توحید خالص کی طرف پلٹنے کی کوشش نہ کی گئی تو مکمل بربادی یقینی ہے:

قُلْ سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ (الروم:۴۲)

”ان سے کہو کہ زمین میں چلو پھرو، اور دیکھو کہ تم سے پہلے کتنی ہی بستیاں تھیں کہ تہس نہس کر ڈالی گئیں (آخر ان کا جرم یہی تو تھا) کہ ان کی اکثریت مشرک بن گئی تھی“۔

ہاں، اگر ایمان کو شرک سے کلی طور پر پاک کر لیا جائے تو آج کی بدامنی، امن میں اور ذلت، عزت میں بدل سکتی ہے:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ (الانعام:۸۲)

”جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان میں شرک کی ملاوٹ نہیں کی، اُنہیں کے لیے امن و سلامتی ہے اور وُہی راہ راست کو پا گئے“۔

(اس آیت میں ظلم کے معنیٰ ”شرک“ زبان نبوت نے خود ہی فرمائے ہیں :بخاری و مسلم)

آیے! دعا کریں کہ مالک امت مسلمہ کو ان نام نہاد عالموں کے شر سے محفوظ رکھ اور ایمان خالص کی توفیق عطا فرما۔ آمین

آخر میں ہماری پکار یہ ہے کہ:

کیا کوئی ایسا ہے جو شرک کو مٹانے اور توحید خالص کو پھیلانے کے لیے ہمارا ساتھ دینے پر تیار ہو؟ اور...... کہاں ہیں وہ لوگ، جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقوشِ قدم کی رہنمائی میں، باطل کو مٹا کر، حق کے قیام کے لیے ہمارے ہمسفر بنیں؟